Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

امت مسلمہ کے موجودہ مسائل اور ان کا حل سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں

The current problems of the Muslim Ummah and their solution in the light of Seerat e Tayyiba ﷺ

Hafiz Tariq mehmood
M Phil Scholar,
Department of Islamic Studies,
The Islamia University Of Bahawalpur
(Rahim yar khan Campus)
Email: hafiztariqmehmoodrais@gmail.com
Shabnam Ashiq
Department of Islamic Studies,
Institute of NCBA&E,BWP campus , Punjab, Pakistan

Abstract:
Islam cannot limit the life of its followers only to acts of worship such as Namaz, Tabligh, Hajj, Zaha, Jihad, and Tabligh. Rather, it gives us a reason to follow the path of peace on which the greatest benefactor was Prophet Muhammad.ﷺWhose auspicious life is an example and example for all humanity.
It is a bright and exemplary aspect of the life of the Holy Prophet that he did not only exhort prayer and fasting, but presented a comprehensive concept of human rights. And he advised his Companions (may Allah be pleased with him) to do the same. The comprehensive concept of goodness presented in Islam; Service, human rights, living and society are also an integral part of it. Allah Almighty says: Goodness is not only that you people turn your faces towards the east and the west; Rather, the true goodness is that a person believes in Allah and the Day of Resurrection and the angels and the Book and the Prophets, and in the love of Allah spends his wealth on relatives, orphans, the needy, travelers, and those who ask questions. the truly needy), and spend on the freedom of slaves. In order to lead a peaceful and satisfying life, Islam has emphasized step by step to establish mutual respect and tolerance for the feelings and emotions of human beings, and has strictly prohibited any action that hurts human feelings. They happen and human beings suffer minor pain. How great a place has been given to humanity in the religion of Islam, it can be estimated from the fact that Islam has defined the rights of all human beings on its believers, the rights of parents, the rights of children, the rights of spouses, the rights of orphans. The rights of, the rights of non-Muslims, the rights of neighbors, the rights of guests, the rights of travelers. Therefore, all the rights of all have been determined and they have been bequeathed to be fulfilled.
KeyWords: Human Rights, Peace, Prophet Muhammad ,ﷺ Mutual Respect, Comprehensive Goodness

اسلام اپنے پیروکاروں کی زندگی کو صرف عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، اور دعوت و تبلیغ تک محدود نہیں رکھتا؛ بلکہ یہ ہمیں اُس راستے پر گامزن ہونے کی ہدایت دیتا ہے جس پر انسانیت کے سب سے عظیم محسن حضرت محمد ﷺ تھے۔ اسلام میں نیکی کا جو جامع تصور پیش کیا گیا ہے, اس میں خدمت خلق، حقوق انسانیت، رہن سہن اور معاشرت بھی ایک لازمی حصہ ہے۔ اسلام نے انسانوں کے جذبات و احساسات کی قدردانی اور باہمی احترام و رواداری کو قائم کرنے کی قدم قدم پر تاکید کی ہے، نیز ہر ایسے عمل سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جس سے انسانی جذبات مجروح ہوتے ہوں اور انسانوں کو معمولی اذیت پہنچتی ہو۔ دین اسلام میں انسانیت کو کتنا بڑا مقام دیا گیا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا

جاسکتا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر تمام انسانوں کے حقوق متعین کیے ہیں، والدین کے حقوق، اولاد کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، غیر مسلموں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، مہمانوں کے حقوق، مسافروں کے حقوق۔ غرض سبھی کے جملہ حقوق کا تعین کیا ہے اور ان کو پورا کرنے کی وصیت کی ہے۔

معاشرہ سے فتنہ وفساد کے خاتمہ اور امن وامان کے قیام کے لئے معاشرہ کے افراد کے حقوق و فرائض کی تعیین نہایت ضروری چیز ہے، اور یہ تعیین دو طرح سے ہوتی ہے:

ایک صورت یہ ہے کہ معاشرہ کے کچھ سمجھدار لوگ اپنے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں ایسے حقوق و فرائض باہمی مشورہ سے طے کر لیتے ہیں۔ ایسی تعیین کبھی تو درست ثابت ہوتی ہے اور کبھی غلط، کیونکہ انسان کی عقل بھی محدود ہے اور علم بھی۔ لہٰذا ایسی تعیین ہمیشہ تجربات کے دور سے گزرتی اور تبدیل ہوتی رہتی ہے۔

دوسری قسم کی تعیین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے خود ہی تجویز فرمایا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو بذریعہ وحی ایسی ہدایات و احکامات دے دیئے جاتے ہیں جنہیں عوام الناس تک پہنچانا ان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے انسان تھے تو ساتھ ہی نبی بھی تھے۔ انہی سے اس سلسلہ کی ابتدا ہوئی، جبکہ انتہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی۔ گویا تعیین الٰہیہ اور تعیین انسانی میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر غیر متبدل ہے اور لوگوں کو اپنے پیچھے چلنے کی دعوت دیتی ہے۔ جب کہ ثانی الذکر، جو لوگوں کے تجربات و مشاہدات اور خواہشات کے نتیجہ میں معرض وجود میں آتی ہے، ہمیشہ تغیر و تبدل کی زد میں رہتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ اوّل الذکر خود متبوع، اور عوام اس کے تابع ہوتے ہیں۔ جبکہ ثانی الذکر تعیین خود لوگوں کی خواہشات کے تابع ہوتی ہے۔ ہماری شریعت کا ایک کثیر حصہ ایسے احکامات وارشادات پر مشتمل ہے جو انسانی حقوق سے متعلق ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنی وفات سے صرف تین چار ماہ پیشتر فریضہ حج ادا فرمایا۔ ہجرت کے بعد یہ آپ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اس موقع پر آپ نے تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرام سے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو خطبہ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی

الْيَومَ أَكمَلتُ لَكُم دينَكُم وَ أَتمَمتُ عَلَيكُم نِعمَتي وَرَضيتُ لَكُمُ الإِسلٰمَ دينًا.(1)

"آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیتِ دین پسند کر لیا ہے۔"

اس آیت کے نازل ہونے سے آپ کو یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ اب آپ کی زندگی کا مشن پورا ہو چکا ہے، نیز یہ کہ اب آپ اپنی زندگی کی آخری منازل طے فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے خطبہ کا آغاز ہی اِن الفاظ سے فرمایا:

"أيها الناس اسمعوا قولي فإني لا أدرى لعلى ألقاكم بعد عامى هذا بهذا الموقف أبداً"۔

"لوگو! میری باتیں غور سے سن لو! شاید اس سال کے بعد، اس مقام پر میں پھر تم سے نہ مل سکوں"

اس خطبہ کی حیثیت گویا آپ کی وصیت کی تھی۔ لہٰذا آپ نے اس موقع پر صرف ان امور کی تاکید فرمائی جنہیں آپ انسانی فلاح و بہبود کے لئے نہایت اہم خیال فرماتے تھے۔ نیز یہ خطبہ دراصل پہلے سے نازل شدہ بہت سے احکامات کا خلاصہ تھا۔ اس خطبہ کا اکثر حصہ چونکہ انسانی حقوق کی تعیین پر مشتمل ہے، لہٰذا اگر اسے انسانی حقوق کے سب سے پہلے چارٹر کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

1۔ المائدۃ:3

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

اس خطبہ کا کثیر حصہ تو آپ نے اونٹنی پر سوار ہو کر عرفہ کے دن میدانِ عرفات میں ارشاد فرمایا اور کچھ تھوڑا سا حصہ واپسی پر منیٰ میں ارشاد فرمایا تھا۔ صورتِ حال یوں تھی کہ آپ یہ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے اور آپ کے الفاظ کو درمیان میں کھڑے لوگ پچھلوں تک پہنچانے کا فریضہ ادا کررہے تھے۔ بعض باتیں آپ دو تین بار دہراتے۔ اس خطبہ کے آغاز میں ہی آپ نے سب سے اہم تین بنیادی حقوق: جان ومال اور آبرو کی حفاظت کا ذکر فرمایا۔ اور جس بلیغ انداز سے ان کا ذکر فرمایا، اسی سے ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کے تمام تر خطبہ کا انداز یہ تھا کہ جب آپ ایک بات بیان فرمالیتے تو صحابہ کرام سے پوچھتے کہ کیا میں نے یہ بات پہنچادی؟ صحابہ کرام جب یہ جواب دیتے کہ ہاں آپ نے پہنچادی تو: اللھم اشہد"۔ فرماتے۔ یعنی "اے اللہ! اس بات پر گواہ رہنا "صحابہ کرام کی یہ جماعت اس بات کا اقرار کررہی ہے کہ میں نے تیرا پیغام انہیں پہنچادیا ہے۔

جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی اہمیت کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے آپ نے جو انداز اختیار فرمایا، حضرت ابو بکر اسے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ہم سے پوچھا:

"أي شہر هذا؟ قلنا الله ورسوله أعلم، فسكت حتى ظننا آنه سيُسَمِّيه بغير اسمه :-أليس ذا الحجة؟ قلنا، بلىٰ قال أى بلد هذا؟ قلنا الله ورسوله أعلم فسكت حتى ظننا أنه سيسميه بغير اسمه-، قال: أليس يوم النحر؟ قلنا، بلىٰ، قال فإن دماء كم وأموالكم وأعراضكم عليكم حرام كحرمة يومكم هذا فى بلدكم هذا فى شهركم هذا وستلقون ربكم فيسألكم عن أعمالكم ألا فلا ترجعوا بعدى ضلالا يضرب بعضكم رقاب بعض ألا هل بلّغت؟ قالوا نعم۔ قال اللهم اشهد۔ فليبلغ الشاهد الغائب فرب مبلّغ أوعىٰ من سامع"۔(2)

" یہ کون سا مہینہ ہے؟" ہم نے عرض کی: "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ خاموش ہوگئے، تا آنکہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ اس مہینہ کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟" ہم نے عرض کی "جی ہاں!" پھر آپ نے پوچھا: "یہ شہر کون سا ہے؟" ہم نے کہا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ خاموش ہوگئے، تا آنکہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "کیا یہ البلدۃ (مکہ) نہیں؟" ہم نے کہا "جی ہاں" پھر آپ نے پوچھا: "یہ کون سا دن ہے؟" ہم نے کہا: "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔" آپ خاموش ہوگئے تا آنکہ ہمیں گمان ہونے لگا کہ آپ اس کا کوئی اور نام تجویز فرمائیں گے، اس پر آپ نے فرمایا: "کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟" ہم نے کہا: "جی ہاں" تب آپ نے فرمایا "بلاشبہ تم پر تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح حرام ہیں، جس طرح اس مہینہ کی، اس شہر مکہ میں اور اس قربانی کے دن میں حرمت ہے۔ اور بلاشبہ تم عنقریب اپنے پروردگار سے ملوگے تو وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ ہو کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگنا۔" پھر آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا، "کیا میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچادیا؟" صحابہ کرام نے عرض کی، "جی ہاں" تو آپ نے فرمایا: "اے اللہ! گواہ رہنا۔" پھر آپ نے فرمایا جو شخص یہاں موجود ہے، اسے چاہئے کہ وہ یہ بات اس شخص تک پہنچادے، جو یہاں موجود نہیں، کیونکہ بسا اوقات سننے والے سے وہ شخص زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہوتا ہے، جس کو بات پہنچائی جائے گی۔"

غور فرمائیے! اس ارشادِ مبارک میں تین قسم کی، اور تہری حرمت بیان کرنے کے بعد جان، مال اور آبرو کی حرمت کو اس تہری حرمت کے مانند قرار دیا گیا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے یہ تاکید بھی فرمادی کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ بات ان لوگوں

2۔ متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الحج: خطبہ یوم النحر، الفصل الاول رقم الحدیث ٦١٤٦۔

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

تک پہنچادیں، جو یہاں موجود نہیں۔ تاکہ یہ پیغام دنیابھر کے لوگوں تک اور قیامت تک کے لوگوں کو پہنچ سکے۔

جان، مال اور آبرو کی حفاظت سے متعلق آپ کے اس مختصر مگر جامع ارشاد سے پہلے جو اَحکام نازل ہو چکے تھے، مختصراً درج ذیل ہیں:

جان کی حفاظت

قتل ناحق کو شدید ترین اور ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَكُم فِي القِصاصِ حَيوةٌ يٰأُولِي الأَلبٰبِ"۔(3)

"اے عقل والو! قصاص میں تمہارے لئے زندگانی ہے"۔

یہ قصاص محض قتل میں نہیں بلکہ اعضاء و جوارح میں بھی قصاص ہے، جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

قتل سے متعلق مندرجہ ذیل سزائیں قرآنِ مجید میں مذکور ہیں:

(i) مسلمان کے دانستہ خونِ ناحق کی سزا ابدی جہنم ہے جس پر اللہ کا غضب اور لعنت مستزاد ہے۔(4)

(ii) مسلمان کے قتل خطا کی سزا مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا اور ایک غلام آزاد کرنا ہے۔(5)

(iii) مقتول اگر معاہد قوم سے تعلق رکھتا ہو تو غلام آزاد کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا ہے۔ اگر دشمن قوم سے تعلق رکھتا، اور وہ خود مؤمن ہو تو بھی ایک غلام آزاد کرنا ہے۔(6)

(iv) نوزائیدہ بچیاں زندگی در گور کرنے کو بھی، جس کا عرب میں عام رواج تھا، قتل ہی قرار دیا گیا ہے"۔(7)

(v) قتل ناحق کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا ہو"۔(8)

قتل کی سب سے ہلکی سزا یہ ہے کہ مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں، اور اگر وہ راضی ہو جائیں تو یہ ان کی مہربانی ہے۔ دیت کی مقدار سو اونٹ ہے جو دورِ جاہلیت میں مروّج تھی۔ شریعت نے اسی کو بحال رکھا ہے۔ یا سو اونٹ کی قیمت کے لگ بھگ نقد رقم ادا کرنا ہو گا۔

آپ کی بعثت سے پیشتر عرب میں قبائلی نظام رائج تھا۔ یہ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر الجھ پڑتے اور قتل وغارت پر اتر آتے تھے۔ اگر کسی قبیلہ کا کوئی شخص قتل ہو جاتا تو جب تک یہ قبیلہ قاتل کے قبیلہ کے کسی شخص کو قتل نہ کر لیتا، چین سے نہیں بیٹھتا تھا۔ پھر یہ سلسلہ پشت در پشت آگے چلتا رہتا اور ختم ہونے میں نہ آتا تھا، اس کے متعلق آپ نے اسی خطبہ حجۃ الوداع میں ارشاد فرمایا:

"ألا كل شئ من أمر الجاهلية تحت قدمى موضوع ودماء الجاهلية موضوعة وإن أول دم أضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن حارثة"۔(9)

"خبردار! دورِ جاہلیت کا ہر کام میرے ان دونوں قوموں کے نیچے رکھا گیا ہے۔ دورِ جاہلیت کے تمام خون موقوف کر دیئے گئے ہیں، اور سب سے پہلا خون جو میں موقوف کرتا ہوں، وہ ہمارا خون: ربیعہ بن حارثہ کا خون ہے"!

3۔ البقرۃ:179

4۔ النساء:۹۳

5۔ النساء:۹۲

6۔ النساء:۹۲

7۔ التکویر:۸۔۹

8۔ المائدہ:۳۲

9۔ مسلم: کتاب الحج۔ باب حجۃ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رقم الحدیث ۲۱۶۷۔

گویا اس موقع پر آپ نے اپنے قبیلہ کا خون موقوف کر کے اس برے دستور کا خاتمہ فرما دیا۔

مال کی حفاظت

اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل سزائیں قرآنِ مجید میں نازل ہو چکی تھیں:

(i) چور کی حد یہ ہے کہ چور، خواہ مرد ہو یا عورت، اس کے ہاتھ کاٹے جائیں گے۔(10)

(ii) راہزنی اور ڈاکہ وغیرہ کے لئے قرآنِ مجید میں چار سزائیں مذکور ہیں:

1۔ سولی

2۔ قتل

3۔ آمنے سامنے کے ہاتھ پاؤں کاٹنا

4۔ جلاوطنی(11)

قاضی کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ ان میں سے کوئی ایک یا کئی ایک سزائیں، جرم کی نوعیت کا لحاظ رکھتے ہوئے دے دے۔

آج کل اسلامی سزاؤں کو، اور بالخصوص چوری کی سزا کو، وحشیانہ قسم کی سزا سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ تجربہ سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ لوگوں کے اموال کی حفاظت صرف اسی صورت میں ممکن ہے اور شرعی سزاؤں کے نفاذ سے جرائم کی تعداد میں حیرت ناک حد تک کمی واقع ہو جاتی ہے۔ آپ نے ان سزاؤں کے نفاذ میں جس قدر استقلال کا ثبوت دیا، اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے:

قریش کی ایک ذیلی شاخ بنو مخزوم کی ایک عورت فاطمہ مخزومی نے چوری کی۔ قبیلہ قریش کے لوگ عرب میں بڑے معزز سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر فاطمہ کا ہاتھ کٹ گیا تو سارا قبیلہ بدنام ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ سفارش کی راہیں تلاش کرنے لگے۔ بالآخر نظر انتخاب حضرت اسامہ بن زید پر پڑی۔ حضرت اسامہ نے جب یہ سفارش کی تو آپ کو ان پر بھی سخت غصہ آ گیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

"إنما أهلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد و أيم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها"۔(12)

"تم سے پہلے کی اُمتیں اسی وجہ سے ہلاک کی گئیں کہ اگر ان میں سے کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔

آبرو کی حفاظت

1۔ آبروریزی یعنی زنا کی حد غیر شادی شدہ کے لئے سو کوڑے مقرر ہے۔(النور:۲) اور شادی شدہ کے لئے رجم ہے۔(13)

اگر عورت سے جبراً یہ فعل کیا گیا ہو تو حد صرف مرد پر جاری ہو گی اور عورت بچ جائے گی۔ اور اگر یہ کام باہمی رضامندی سے ہو تو دونوں پر حد جاری ہو گی۔

2۔ کسی عورت یا مرد پر تہمت لگانے کی سزا ۸۰ کوڑے مقرر ہے، اور توبہ سے قبل اس کی گواہی ناقابل قبول ہے"۔(14)

---

10 ۔ المائدہ:۳۸

11 ۔ المائدہ:۳۳

12 ۔ بخاری: کتاب الحدود باب إقامة الحدود، رقم الحدیث ۱۵۴۶۔

13 ۔ بخاری: کتاب استتابة المرتدین، رقم الحدیث ۶۱۴۶۔

3۔ شراب نوشی کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق ۴۰ کوڑے یا ۸۰ کوڑے ہے۔(15)

کیونکہ شرابی نشہ کی حالت میں بعض دفعہ لوگوں کی بے عزتی کر دیتا ہے اور بعض دفعہ کسی پر تہمت بکنے لگتا ہے۔

یہ تو جان، مال اور آبرو کی حفاظت کے سلسلہ میں حدود و تعزیرات کا ذکر تھا۔ اب اسی سلسلہ کے درج ذیل ارشاداتِ نبوی ﷺ ہیں:

1۔ جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا، وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔(16)

2۔ جو شخص اپنے مال کو بچاتے ہوئے مارا جائے، وہ شہید ہے۔(17)

3۔ مسلمان پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔(18)

4۔ کسی شخص کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔(19)

5۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔(20)

حق ملکیت

سرمایہ دارانہ نظام میں زمین اور دوسری اشیا کا غیر مشروط حق ملکیت تسلیم کیا گیا ہے۔ ایک سرمایہ دار اپنے سرمایہ سے، جیسے بھی چاہے، اپنی دولت میں اضافہ کر سکتا ہے، خواہ اس کا یہ طریق کار معاشرہ کے اخلاق یا معاش کے لئے کتنا ہی نقصان دہ کیوں نہ ہو۔ دوسری طرف اشتراکیت میں حق ملکیت کو یکسر ختم کیا گیا ہے اور سب کچھ قومی تحویل میں لے لیا جاتا ہے۔ جب کہ اسلام فرد کے حق ملکیت کو تسلیم تو کرتا ہے مگر چند شرائط کے تحت۔ اسلامی نقطہ نظر سے ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اور انسان یا جماعت کے پاس جو کچھ ہے، وہ بطورِ امانت ہے۔ اس میں ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تحت ہی تصرف کر سکتے ہیں۔

قدرتی اشیاء سے استفادہ کے معاملہ میں ہر شخص کو مساویانہ حق حاصل ہے۔ مثلاً جنگل کی لکڑیوں کو جو شخص بھی اکٹھا کر کے لائے گا، وہ اسی کی ہوں گی۔ خواہ وہ انہیں خود استعمال کرے یا بازار میں جا کر بیچ دے یا کوئی شخص اگر محنت کر کے پانی کے چشمہ سے پانی لاتا ہے تو وہ اسی کا ہو گا، کوئی دوسرا اس سے چھین نہیں سکتا۔ اس طرح اگر جنگل میں کوئی پھلدار درخت اگ آیا ہے اور وہ زمین کسی کی ملکیت بھی نہیں، تو جو شخص سب سے پہلے وہاں جا کر قبضہ کرے گا اور اس کی حفاظت کا اہتمام کرے گا، تو وہ اسی کی ملکیت بن جائے گا۔ حتیٰ کہ اسلامی نقطہ نظر سے تو اگر کوئی شخص بنجر اور غیر مملوکہ زمین کو آباد کر لیتا ہے، تو وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔(21)

معاشرتی حقوق

اسلام معاشرہ کے افراد میں اونچ نیچ کا قائل نہیں، بلکہ مساوات کا حامی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

14 ۔ النور:۴

15 ۔ مسلم: کتاب الحدود۔ باب حد الخمر، رقم الحدیث ۶۲۷۶۔

16 ۔ مسلم: کتاب الایمان، رقم الحدیث ۶۱۴۶۔

17 ۔ مسلم: کتاب الایمان۔ باب من قتل دون مالہ فھو شھید، رقم الحدیث ۱۱۴۶۔

18 ۔ مسلم: کتاب الایمان، رقم الحدیث ۱۳۵۶۔

19 ۔ مسلم: کتاب البر والصلۃ۔ باب تحریم ظلم، رقم الحدیث ۶۱۸۳۔

20 ۔ مسلم: کتاب الایمان، رقم الحدیث ۶۱۸۹۔

21 ۔ بخاری: کتاب المزارعہ، رقم الحدیث ۳۱۶۷۔

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

"يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُم مِن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُم عِندَ اللهِ أَتْقَكُمْ"۔(22)

"لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ متقی ہو"۔

انسان کے اس فطری حق کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں یوں وضاحت فرمائی:

"أيها الناس إن ربكم واحد وإن اباكم واحد، كلكم بنو اٰدم و اٰدم من تراب، ألا لا فضل لعربى على عجمى ولا لعجمى على عربى ولا لأحمر على أسود ولا لأسود على أحمر إلا بالتقوى"۔(23)

"لوگو! بلاشبہ تم سب کا ربّ ایک اور باپ بھی ایک ہے۔ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو، اور آدم ؑ مٹی سے پیدا کئے گئے تھے۔ سن رکھو! کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، نہ ہی کسی گورے کو کالے پر اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ فضیلت اگر ہو سکتی ہے تو صرف تقویٰ کی بنا پر ہو سکتی ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک سے قومیت پرستی، وطنیت پرستی اور نسلی ولسانی اختلافات وفسادات کی جڑ کٹ جاتی ہے جو آج کل بین الاقوامی اور بین المملکتی فسادات نیز جنگ وجدال کا باعث بنے ہوئے ہیں۔

پھر اس سلسلہ میں آپ کا اندازِ تربیت بھی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت ابوذرؓ غفاری ایک جلیل القدر صحابی اور سابقون الاولون میں سے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی پیار بھی تھا۔

حضرت ابوذر خود بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک شخص کو برا بھلا کہا اور اس کی ماں کو گالی دی۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

"يا أبا ذرعيرته ¯بأمه ¯إنک امرء فيک أمر الجاهلية"۔(24)

"اے ابوذرؓ! تو نے اسے) حضرت بلال کو (اس کی ماں سے عار دلائی ہے، تو ایسا شخص ہے جس میں ابھی تک جاہلیت کا اثر باقی ہے"!

معاشی حقوق

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی حقوق کو بالکل آزاد چھوڑ دیا گیا ہے، خواہ اس بنا پر معاشرہ کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔

اس کے اخلاق تباہ ہوں، بے حیائی اور فحاشی کو فروغ ملے، مثلاً لوگوں کو گندم کی ضرورت ہو، لیکن سرمایہ دار یہ سمجھے کہ اس وقت اسے شراب بنانے میں زیادہ فائدہ ہے تو وہ شراب ہی مہیا کرے گا اور حکومت اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتی۔ اس کے برعکس اشتراکیت میں یہ حقوق یکسر چھین لئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہر شخص کے لئے حکومت خود کاروبار تجویز کرتی ہے، اور اسے بس ایک مشین کی طرح وہ کام کرنا پڑتا ہے۔

اسلام میں اس حق کو تسلیم کیا گیا ہے، مگر چند در چند پابندیوں کے ساتھ، مثلاً جو چیزیں شریعت نے حرام قرار دی ہیں ان کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ چنانچہ شراب نوشی اگر حرام ہے تو شراب فروشی بھی حرام ہے۔ اگر مردار حرام ہے، تو اس کی کسی بھی چیز کو نہ فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی خود اس سے کچھ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ چوری، ڈاکہ، غصب، رشوت، رہزنی وغیرہ حرام، ان سے حاصل شدہ مال بھی حرام ہے۔

حرام اشیا میں سرفہرست سود ہے۔ سود اس کی تمام شکلوں کو، خواہ یہ مہاجنی قرضے ہوں یا کمرشل انٹرسٹ، سود مفرد ہو، مرکب یا ڈسکاؤنٹ (منی کاٹا) یا مارک اَپ اور مارک ڈاؤن۔ شریعت نے نہ صرف حرام، بلکہ اسے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے مترادف قرار دیا

---

22 ۔ الحجرات:13

23 ۔ مسند احمد، رقم الحدیث ۶۱۴۶۔

24 ۔ بخاری، مترجم، وحید الزمان، رقم الحدیث ۱۱۶۷۔

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

ہے۔ کیونکہ طبقاتی تقسیم جس قدر سود سے بڑھتی ہے، اور کسی چیز سے نہیں بڑھتی، جو بالآخر فتنہ وفساد اور لوٹ مار پر منتج ہوتی ہے۔ سود چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے، اس لئے اس کی کوکھ سے اس کی دوسری انتہا اشتراکیت نے جنم لیا۔ سود کی حرمت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۃ حجۃ الوداع میں بالخصوص اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"وربا الجاهلية موضوع وأول ربا أضع من ربانا ربا عباس بن عبد المطلب فإنه موضوع كله"۔(25)

"دورِ جاہلیت کا سود موقوف کیا جاتا ہے۔ اور پہلا سود جو میں تمام کا تمام موقوف کرتا ہوں، وہ اپنے قبیلہ میں سے عباس بن عبد المطلب کا سود ہے"!

حضرت عباس آپ کے حقیقی چچا تھے جو تجارت کے لئے رقم سود پر دیا کرتے تھے۔ گویا آپ نے اس اصلاح کا آغاز اپنے گھر سے کر کے سود کا جزیرۃ العرب سے خاتمہ کر دیا۔

اسلام انسان کی کمائی کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے: ایک حلال، دوسرا حرام!۔ حرام کمائی کی تمام تر تفصیلات کتاب و سنت میں مذکور ہیں۔ اس حرام کمائی سے بچتے ہوئے ہر انسان پیشہ کا انتخاب نیز کمائی کے ذرائع کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ اور اس طرح جتنی بھی دولت وہ کمالے، یہ اس کی جائز آمدنی اور اس کی ملکیت ہو گی۔

تاہم اس جائز کمائی پر بھی کچھ پابندیاں عائد ہیں: اسلام مال کو ضائع کرنے، دولت کے بے جا استعمال اور عیاشیانہ زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دیتا۔ بلکہ اس نے اس آمدنیمیں زکوۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں دوسروں کے حقوق کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ یوں معاشرہ کے محروم طبقات کو ان کا حق بھی مل جاتا ہے، دولت بھی گردش میں رہتی ہے، اور معاشرہ فساد و بدامنی کا شکار بھی نہیں ہوتا۔ نیز طبقاتی تقسیم میں از خود نمایاں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

سیاسی حقوق

آج کل سیاسی حقوق کا بڑا چرچا ہے۔ ہر بالغ انسان کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، رائے دہی کا حق حاصل ہے، اور مملکت کا ہر شہری بلا تخصیص مرد و زن، بڑے سے بڑے سرکاری منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔ اسلام ایسے غیر مشروط سیاسی حقوق کا قائل نہیں ہے۔ اسلام نے عورت کو سیاسی ذمہ داریوں سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھر کی سربراہ بھی نہیں بن سکتی، تو ایک علاقہ یا ملک کی کیسے بن سکتی ہے؟ نیز اسلامی نقطہ نظر سے ہر ایرے غیرے سے رائے طلب کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ رائے صرف اس شخص سے لی جائے گی، جو اس کا اہل ہو۔ حیرت کی بات ہے کہ ہم اپنے ذاتی امور میں تو رائے صرف اس شخص سے لیتے ہیں، جسے اس کا اہل سمجھتے ہیں۔ ہر کسی سے نہ مشورہ کرتے ہیں نہ رائے لیتے ہیں، تو پھر کیا اُمورِ مملکت ہی ایسے گئے گزرے معاملات ہیں کہ ان کے بارے میں اس پابندی کو یکسر ختم کر دیا جائے؟

سیاسی اُمور میں اسلام باہمی مشورہ کی تاکید کرتا ہے، اور رائے دہی کا حق بھی دیتا ہے۔ مگر رائے دہی پر پابندیاں یہ ہیں کہ وہ مسلمان ہو، کم از کم نماز اور زکوٰۃ ادا کرتا ہو، سمجھ دار ہو اور کوئی ایسا جرم نہ کر چکا ہو، جس کی بنا پر اس کی شہادت ناقابل قبول ہو۔ ایسے لوگوں سے خلیفہ کے انتخاب میں رائے لی جا سکتی ہے اور مناصب کے لئے چند شرائط بھی ہیں، جیسے علومِ شریعت سے واقفیت اور تقویٰ وغیرہ۔

جمہوریت میں عہدہ یا منصب کے حصول کو ہر فرد کا حق قرار دیا گیا ہے، جبکہ شرعی نقطہ نظر سے یہ حق نہیں، بلکہ ایک گراں بار ذمہ داری ہے۔ اسی لئے عہدہ کی طلب کو مذموم قرار دیا گیا ہے۔

25 ۔ صحیح مسلم: کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث ۲۱۸۶۔

عدل وانصاف کا حق

ہر شہری کا یہ حق ہے کہ اسے عدل وانصاف مہیا ہو، پھر مفت اور بلا تاخیر مہیا ہو اور یہ حق اس قدر اہم ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَىٰكَ اللَّهُ"۔(26)

"اے پیغمبر! ہم نے آپ پر سچی کتاب نازل کی ہے، تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کریں۔"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جتنے فیصلے فرمائے، ان میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی تھیں۔ عدل وانصاف میں تاخیر بذاتِ خود بہت بڑا ظلم ہے۔ اب ہمارے ہاں عدالتوں کا جو حال ہے، وہ خود ملاحظہ فرمالیجئے۔ عدل و انصاف کا حصول انتہائی مہنگا ہے، اور فوجداری مقدمات پر بھی سالہاسال لگ جاتے ہیں۔ دیوانی مقدمات کا تو اور بھی برا حال ہے۔ ہماری عدالتوں کے اس طریقہ کار کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ جرائم کی تعداد میں دم بدم اضافہ ہورہاہے، اور معاشرہ میں امن وامان کی صورت پریشان کن بن چکی ہے۔

اسلامی قانون کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں قانون ساز خود اللہ تعالیٰ ہے، جس کی نظر میں شاہ وگدا، امیر وغریب، آقا وغلام سب برابر ہیں، لہٰذا شرعی قانون سب پر ایک ہی جیسالاگو ہے۔ اسلام کی یہی وہ صفت ہے جو اسے دوسرے تمام نظامہائے حیات سے ممتاز کردیتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دوسرے تمام نظاموں میں قانونی حاکیت یا تو کسی ایک انسان کی ہوتی ہے یا کسی ادارہ یا پارلیمنٹ کی۔ ایسے حاکم یا قانون ساز ادارے اپنے آپ کو بہر حال قانون کی گرفت میں آنے سے بچائے رکھتے ہیں۔

آزادیٔ رائے کا حق

آزادیٔ رائے اگر معقول حدود میں ہو تو مثبت نتائج پیدا کرتی ہے، اور یہ بے لگام وبے مہار ہو تو یہ ہزاروں فتنے پیدا کرکے مملکت کی سرحدوں کو کمزور کرتی رہتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں وقتاً فوقتاً حکومتوں کو اس لامحدود آزادی کو مختلف پابندیوں اور اخلاقی ضابطوں سے محدود کرنا پڑتا ہے۔

اسلام نے آزادیٔ رائے کو جائز اور لازم قرار دیا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ کتاب وسنت کے مطابق ہو۔ خلفائے راشدین کے دور میں ہر مسلمان کو آزادیٔ رائے اور حکومت پر نکتہ چینی کا پورا پورا حق حاصل تھا، جسے وہ اپنا دینی فریضہ تصور کرتا تھا، تاکہ عوام کو ان کے جائز حقوق مل سکیں اور ملک میں نیکی کی حوصلہ افزائی اور برائی کا استیصال ہو۔ یہاں یہ حق کسی خاص جماعت یعنی حزبِ اختلاف کو نہیں کہ وہ حکومت کی پالیسیوں پر نکتہ چینی کرے اور اس کے اچھے کاموں کی بھی مذمت کرتی رہے، کیونکہ اسلامی شوریٰ میں باقاعدہ حزبِ اختلاف کا وجود ہی نہیں ہوتا۔

تاریخ اسلام میں کئی ایسے واقعات مذکور ہیں کہ عام مسلمانوں نے خلفا پر گرفت کی اور انہوں نے اسے تسلیم ہی نہ کیا، بلکہ اس جذبہ تنقید کی حوصلہ افزائی بھی کرتے تھے۔ ایسے واقعات کا اس مختصر مقالہ میں ذکر کرنا بہت مشکل ہے۔

حق تعلیم

اسلام میں تعلیم حاصل کرنا اس کا لازمی حصہ ہے۔ قرآن مجید میں جابجا علم کے فضائل کا ذکر آیا ہے۔ اور آپ نے فرمایا:

"خيركم من تعلم القرآن وعلمه"۔(27)

26۔ النساء:105

27۔ بخاری: کتاب فضائل القرآن۔، رقم الحدیث ٦٦٧ـ

"تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے، جو خود قرآن سیکھے اور پھر دوسروں کو سکھائے"۔

نیز آپ نے یہ ارشاد فرما کر تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دیا ہے:

"طلب العلم فريضة على كل مسلم"۔ (28)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

حضرت عمر نے حصولِ تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ اور اس کے لئے بہت سے ادارے قائم کئے۔ حتیٰ کہ خانہ بدوش، بدوؤں کے لئے قرآنِ مجید کی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ آپ نے ابوسفیان نامی ایک شخص کو چند آدمیوں کے ساتھ مامور کیا کہ وہ قبائل میں پھر کر ہر شخص کا امتحان لے، اور جس کو قرآنِ مجید کا کوئی حصہ بھی یاد نہ ہو، اسے سزا دے۔(29)

کتاب و سنت کے علاوہ دوسرے علوم کی تعلیم کی طرف قرآن میں واضح ہدایات موجود ہیں۔ البتہ ایک اسلامی مملکت میں ایسی تعلیم، جو اس کے بنیادی نظریات کے خلاف ہو اسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

حق آزادئ مذہب

ایک اسلامی مملکت میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جونسا عقیدہ اور مذہب پسند کرتا ہے، اختیار کرے، اور اپنی مذہبی عبادات بجا لائے۔ مگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا جو کسی دوسرے مذہب یا فریق کی دل آزاری یا نقض عامہ کا باعث بنے۔ اسلام کسی کو جبراً مسلمان بنانے کا ہرگز قائل نہیں۔ لیکن ایک دفعہ اسلام لانے کے بعد مذہب کی تبدیلی کو وہ جرم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ اسلام ایک تحریک ہے لہٰذا دین کی تبدیلی کو بغاوت سمجھ کر اس کی سزا قتل قرار دیتا ہے۔

دورِ فاروقی میں اہل کتاب آزادی سے اپنی مذہبی رسوم ادا کرتے۔ ناقوس بجاتے اور صلیب نکالتے تھے۔ مسلمان اگر ان سے سختی کرتے تو وہ پاداش کے مستحق ہوتے تھے۔

باہمی حقوق

اب ہم افرادِ معاشرہ کے حقوق کا اس ترتیب سے ذکر کریں گے، جس پر معاشرہ کی بنیاد اٹھتی ہے۔ ان حقوق میں سب سے پہلا نمبر زوجین (میاں بیوی) کے حقوق کا ہے۔

1۔ زوجین کے حقوق: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَهُنَّ مِثلُ الَّذى عَلَيهِنَّ بِالمَعروفِ ۚ وَلِلرِّجالِ عَلَيهِنَّ دَرَجَةٌ"۔(30)

"اور بیویوں کے حقوق اپنے خاوندوں پر ایسے ہیں، جیسے دستور کے مطابق خاوندوں کے ان پر ہیں۔ البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے"۔

عورتوں کا مردوں پر حق یہ ہے کہ مرد اپنی حیثیت کے مطابق بیویوں کے نان و نفقہ اور رہائش کے ذمہ دار ہیں۔ انہیں یہ ذمہ داری پوری کرنا بھی ضروری ہے، اور حسن سلوک سے پیش آنا اس سے بھی زیادہ ضروری! جب کہ مردوں کا عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے اس امانت میں کسی طرح کی خیانت نہ کریں اور ان کی اطاعت کریں۔ مردوں کو جو زائد درجہ حاصل ہے، وہ عورتوں

28 ۔ مشکوٰۃ: کتاب العلم۔، ۱۳۷

29 ۔ الفاروق: شبلی نعمانی صفحہ ۲۶۶، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور،

30 ۔ البقرۃ:228

پر نگران ہونے کی بنا پر ہے۔ اب چونکہ منتظم خانہ ہونے کی حیثیت سے مردوں سے عورتوں پر زیادتی کا خطرہ موجود ہے، اس لئے آپ نے اپنے خطبہ حجۃالوداع میں اس طرف خصوصی توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"استوصوا بالنساء خيرا فإنهن عندكم عوان لايملكن لأنفسهن شيئا"۔

"عورتوں کے بارے میں میں تمہیں حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں، کیونکہ وہ تمہارے زیر نگیں رکھی گئی ہیں، جو خود کچھ نہیں کر سکتیں"۔(31)

ازدواجی زندگی کی اصل روح مودّت، موانست اور مہربانی ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَمِن ءايٰتِهِ أَن خَلَقَ لَكُم مِن أَنفُسِكُم أَزوٰجًا لِتَسكُنوا إِلَيها وَجَعَلَ بَينَكُم مَوَدَّةً وَرَحمَةً"۔(32)

"اور اس اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے عورتیں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف (مائل ہوکر) سکون حاصل کرو۔ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی"۔

لہٰذا فریقین پر لازم ہے کہ وہ خوشگواری کی فضا کو بہر طور قائم رکھیں۔ لیکن اگر وہ اسے برقرار نہ رکھ سکیں اور ناچاقی کی صورت پیدا ہو جائے تو مرد کو طلاق کا حق دیا گیا ہے جو اگرچہ ناگزیر حالات میں جائز ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔(33)

والدین اور اولاد کے حقوق

والدین پر اولاد کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کا اچھا سا نام رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو ساتویں دن عقیقہ کریں۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کا داعیہ چونکہ ہر انسان میں فطری طور پر موجود ہے، لہٰذا یہاں قابل ذکر بات صرف یہ ہے کہ اولاد کی تربیت اور تعلیم اسلامی خطوط پر ہونی چاہئے۔ لڑکی اگر بالغ ہو جائے تو اس کے لئے کوئی موزوں اور دیندار رشتہ تلاش کر کے اس کی شادی کرنا والدین پر فرض ہے۔ البتہ لڑکے کے سلسلہ میں وہ مختار ہے۔ اگر کر سکتا ہے تو کر دے، ورنہ اس پر ذمہ داری نہیں ہے۔

دوسری طرف اولاد پر والدین کی خدمت اور ان سے حسن سلوک اس قدر ضروری ہے کہ کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ذکر کے ساتھ والدین سے احسان کا ذکر فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَقَضىٰ رَبُّكَ أَلّا تَعبُدوا إِلّا إِيّاهُ وَبِالوٰلِدَينِ إِحسـٰنًا ۚ إِمّا يَبلُغَنَّ عِندَكَ الكِبَرَ أَحَدُهُما أَو كِلاهُما فَلا تَقُل لَهُما أُفٍّ وَلا تَنهَرهُما وَقُل لَهُما قَولًا كَريمًا"۔(34)

"اور تمہارے پروردگار نے فیصلہ فرما دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا، اور نہ انہیں جھڑکنا، اور ان سے بات ادب سے کرنا

دوسرے مقام پر فرمایا:

"وَوَصَّينَا الإِنسـٰنَ بِوٰلِدَيهِ حَمَلَتهُ أُمُّهُ وَهنًا عَلىٰ وَهنٍ وَفِصـٰلُهُ فى عامَينِ أَنِ اشكُر لى وَلِوٰلِدَيكَ"۔(35)

---

31 ۔ طبقات ابن سعد، ج۳، ص۱۴۶

32 ۔ الروم:21

33 ۔ ابوداود۔ کتاب الطّلاق: باب فی کراھیۃ الطلاق، رقم الحدیث ۳۱۵۷۔

34 ۔ الإسراء:23

35 ۔ لقمان:13

"اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکیدی حکم دیا، اس کی ماں اسے تکلیفیں سہہ سہہ کر اٹھائے پھرتی رہی۔ پھر دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے، کہ میرا بھی شکر ادا کرتا رہ، اور اپنے والدین کا بھی

ایک دفعہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: "میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟" آپ نے فرمایا: "تیری ماں" سائل نے پوچھا: "اس کے بعد کون؟" آپ نے فرمایا: "تیری ماں" سائل نہ تیسری بار کہا کہ "اس کے بعد کون؟" آپ نے فرمایا: "تیری ماں" اور جب چوتھی بار سائل نے یہی بات پوچھی تو آپنے فرمایا: "تیرا باپ"(36)

ایک دفعہ آپ نے برسر منبر فرمایا: "اس شخص پر لعنت جسے بوڑھے والدین یا ان میں سے کوئی ایک میسر آئے اور وہ اس کی خدمت کرکے اپنے گناہ بخشوانہ لے۔"(37)

ایک دفعہ آپ سے پوچھا گیا: "سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟" آپ نے فرمایا: "اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔" پھر پوچھا گیا۔ "اس کے بعد کون سا؟" آپ نے فرمایا:

"عقوق الوالدين"۔(38)

یعنی "والدین کی نافرمانی کرنا یا انہیں ستانا"۔

ایک دفعہ ایک باپ بیٹے کی شکایت لے کر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں بوڑھا ہوں، کمانے کے قابل نہیں رہا، اور میرا بیٹا مجھے کچھ نہیں دیتا۔ آپ نے بیٹے کو بلا کر فرمایا:

"أنت ومالك لأبيك"۔(39)

"تم خود بھی اور تمہارا مال بھی سب کچھ تمہارے باپ کا ہے"

اور ایک دفعہ یوں فرمایا

"إن أطيب ما أكلتم من كسبكم وإن أولادكم من كسبكم"۔(40)

"پاکیزہ ترین رزق جو تم کھاتے ہو، وہ تمہاری اپنی کمائی ہے، اور اولاد بھی تمہاری کمائی ہے"۔

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باپ ضرورت مند ہو اور بیٹا اس طرف توجہ نہ کرے تو باپ کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیٹے کا سب کچھ یا حسبِ ضرورت مال لے لے۔

خادموں کے حقوق

ایک دفعہ آپ سے کسی نے پوچھا: "میرے پاس ایک ہی دینار ہے، وہ کس پر خرچ کروں؟" آپ نے فرمایا) اپنی ذات پر۔" وہ کہنے لگا، "اگر ایک اور بھی ہو تو اسے کس پر خرچ کروں؟" آپ نے فرمایا: "اپنی اولاد پر" وہ کہنے لگا: "اور اگر ایک اور ہو تو؟" آپ نے فرمایا: "اپنی بیوی

---

36 ۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب من أحق الناس بحسن الصحبة، رقم الحدیث ۱۳۵۶۔

37 ۔ مسلم: کتاب البر والصلة، باب تقدیم بر الوالدین، رقم الحدیث ۶۳۸۷۔

38 ۔ مسلم: کتاب الایمان، رقم الحدیث ۲۱۱۔

39 ۔ ابن ماجہ: ابواب التجارات۔ باب للرجل من مال ولدہ، رقم الحدیث ۳۳۷۹۔

40 ۔ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ: کتاب البیوع۔ باب الکسب، رقم الحدیث ۱۱۷۶۔

پر" وہ کہنے لگا: "اور اگر ایک اور ہو تو؟" آپ نے فرمایا: "اپنے خادم پر" وہ کہنے لگا کہ "اگر ایک اور ہو تو؟" آپ نے فرمایا: "اب آگے جو تو خود مناسب سمجھے۔(41)

اس حدیث میں اولاد پر خرچ کرنے کا ذکر بیوی سے پہلے آیا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ خاوند بہت تنگ دست ہو، جیسے یہ سائل تھا۔ اس صورت میں چھوٹی اولاد بہر حال ماں سے زیادہ محتاج ہوتی ہے۔ ورنہ بیوی کا نمبر اولاد سے پہلے ہے۔

اگر چہ قرآن کریم میں خدام سے حسن سلوک کا جابجا ذکر آیا ہے، تاہم درج ذیل حدیث اس موضوع پر نہایت جامع ہے۔ آپ نے فرمایا:

"إخوانكم خدلكم جعلهم الله تحت أيديكم فمن كان أخوه تحت يده فليطعمه مما يأكل وليلبسه مما يلبس ولاتكلفوهم مما يغلبهم فان تكلفوهم فأعينوهم"۔(42)

"تمہارے خادم، مزدور، غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ نے تمہارے رحم و کرم پر چھوڑا ہے۔ لہٰذا تم میں سے جس کے قبضے میں اس کا کوئی بھائی ہو تو اس کو ویسا ہی کھلائے اور پہنائے جیسا وہ خود کھاتا اور پہنتا ہے۔ اور اسے ایسا کام کرنے کو نہ کہے جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ اور اگر کبھی ایسا کام کرنے کو کہے تو خود بھی اس کا ہاتھ بٹائے"۔

اس ارشادِ نبوی سے درج ذیل اُمور پر روشنی پڑتی ہے:

1۔ خَدَل کا لفظ خادم، مزدور، غلام سب کے لئے مشترک ہے۔ لہٰذا یہ لوگ معاشرتی لحاظ سے تمہارے برابر ہی نہیں، بلکہ تمہارے بھائی ہیں۔ آپ نے اِخوانکم کا لفظ پہلے استعمال کر کے اس کی تائید مزید فرمادی۔

2۔ ایسے خادموں کو کھانے اور پہننے کو وہی کچھ دینا چاہئے جو خود مالک کھاتا اور پہنتا ہے۔

اس سے مزدور کی اُجرت یا تنخواہ کی تعیین پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

3۔ ولا تكلّفو هم مما يغلبهم:

اس سے معلوم ہوا کہ خادموں کے آرام اور آسائش کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اگر کوئی کام ان کی ہمت سے زیادہ ہو تو مالک کو خود اس کام میں اس کا شریک بن جانا چاہئے، تاکہ آقا کی ذہنی برتری کا بھی علاج ہو جائے۔ ایک دفعہ ایک غلام روتا چلاتا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: "میں ایک غلام ہوں، میرے مالک نے مجھے ایک لونڈی کا بوسہ لینے کی پاداش میں خصی کر دیا ہے۔" آپ نے مالک کو بلایا، لیکن وہ حاضر نہ ہوا۔ اس پر آپ نے یکطرفہ فیصلہ دے دیا، اور فرمایا» :اذهب أنت حر «(جا تو آزاد ہے) وہ کہنے لگا: "اگر میرے مالک نے مجھے پکڑ کر دوبارہ غلام بنا لیا تو پھر میری مدد کون کرے گا؟" آپ نے فرمایا:

"على كل مسلم"۔(43)

یعنی ہر مسلمان پر تمہاری مدد کرنا فرض ہے) گویا مسلم معاشرہ یا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمہاری مدد کرے۔(44)

بعد میں صحابہ میں یہ دستور چل نکلا کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو مار تا پیٹتا تو دوسرا صحابی اسے برملا کہہ دیتا کہ اب اسے آزاد کرو۔ چنانچہ دورِ صحابہ میں اس طور پر بھی غلاموں کی ایک کثیر تعداد کو آزادی ملی۔

---

41 ۔ ابو داود: کتاب الزکوٰۃ۔ باب الاستعفاف عن المسئلة، رقم الحديث ١٦١١۔

42 ۔ بخاری: کتاب الایمان۔ باب المعاصی من أمر الجاهلية، رقم الحديث ٦١١٦۔

43 ۔ ابن ماجہ: کتاب الديات، رقم الحديث ٣٣٩٩۔

44 ۔ صحیح سنن ابن ماجہ: رقم الحديث ٢٦٨٠

Tadabbur-e-Uloom-e-Islamia Research Journal (TUIRJ)
ISSN (Online) 2790-8879, ISSN (Print): 2790-8860

رشتہ داروں کے حقوق

رشتہ دار دو طرح کے ہیں: ایک قریبی یا خون کے رشتہ دار، دوسرے دور کے رشتہ دار جن سے خونی تعلق نہیں ہوتا۔ ان دونوں سے حسن سلوک کی تاکید تو ایک جیسی ہے، البتہ قریبی رشتہ داروں کا حق یہ ہے کہ ان سے بہر طور تعلقات استوار اور خوشگوار رکھے جائیں۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کی تاکید آئی ہے، جب کہ ہمارے ہاں اکثر سننے میں آتا ہے کہ "اپنوں سے تو بیگانے ہی اچھے ہوتے ہیں" ان لوگوں کا یہ قول شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کے سراسر خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں چند ارشاداتِ نبوی ملاحظہ ہوں۔ آپ نے فرمایا:

1۔ "کسی شخص کا یہ کمال نہیں کہ وہ حسن سلوک کا جواب حسن سلوک سے دے۔ بلکہ اس کا کمال یہ ہے کہ اس کے رشتہ دار اس سے بد سلوکی کریں تو بھی وہ ان سے حسن سلوک سے پیش آئے۔(45)

2۔ حضرت ابو ذرؓ غفاری کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ

"رشتہ داروں کے حقوق پوری طرح ادا کرو، اگرچہ وہ تم سے بد سلوکی سے پیش آئیں"۔(46)

3۔ "جو شخص عام غریبوں کو صدقہ کرے گا اسے ایک اجر ملے گا، لیکن جو اپنے قرابت داروں کی امداد کرے گا، اسے دوہرا اجر ملے گا"۔(47)

4۔ "جو شخص صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا، وہ جنت میں داخل نہ ہو گا"۔(48)

5۔ "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے"۔(49)

ہمسایوں کے حقوق

ہمسائے تین طرح کے ہوتے ہیں

(i) رشتہ دار ہمسائے (ii) رفیق ہمسائے (iii) اجنبی ہمسائے۔ اسی ترتیب سے ان کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے۔

ہمسایوں کے حق کے متعلق آپ نے ایک بار یوں ارشاد فرمایا:

"جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه"۔(50)

"جبریل امین مجھے ہمسایہ کے متعلق تاکید کرتے ہی گئے، تا آنکہ میں یہ خیال کرنے لگا کہ وہ ہمسایہ کو وراثت میں حق دار بنا دیں گے"۔

ایک بار آپ نے یوں فرمایا:

"وہ شخص مؤمن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے، اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو"۔(51)

نیز فرمایا: "وہ شخص مؤمن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو"۔(52)

45۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب لیس الواصل بالمکافئ، رقم الحدیث ٦١٧٦۔

46۔ ایضاً...

47۔ ایضاً...

48۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب اثم القاطع، رقم الحدیث ٦١٨٦۔

49۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب اثم القاطع / مسلم: کتاب البر والصلة۔ باب صلة الرحم، رقم الحدیث ٦١٤٦۔

50۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب الوصیة بالجار، رقم الحدیث ٦٣٧٦۔

51۔ شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ١٣٤٦۔

52۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب اثم من لا یأمن جارہ، رقم الحدیث ٦١٥٩۔

اور ایک دفعہ یوں فرمایا: "اگر تیرے ہمسائے تجھے اچھا آدمی سمجھتے ہیں تو تو واقعی اچھا ہے۔ اور اگر برا سمجھتے ہیں تو تو واقعی برا آدمی ہے"۔(53)
ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا گیا کہ فلاں عورت خوب نمازیں اور نوافل پڑھتی، روزے رکھتی اور خیرات کرتی ہے۔ مگر اس کے ہمسائے اس کی بد زبانی سے عاجز ہیں۔ آپ نے فرمایا: "وہ جہنمی ہے۔" صحابہ نے عرض کیا کہ فلاں عورت میں یہ خوبیاں تو نہیں، وہ صرف فرائض ہی بجالاتی ہے، مگر پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا: "وہ جنتی ہے"۔(54)

عام معاشرہ کے حقوق

معاشرہ میں اُلفت و محبت کے جذبہ کو فروغ دینے کے لئے قرآن مجید میں بھی بہت کچھ مذکور ہے، مگر ہم یہاں بغرضِ اختصار صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

1۔ "تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ جب جسم کا ایک عضو تکلیف میں ہوتا ہے تو سارا جسم کرب واضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔(55)

2۔ "مسلمان ایک عمارت کی طرح ہیں، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے"۔(56)

3۔ "دین خیر خواہی کا نام ہے۔" آپ سے پوچھا گیا: "کس سے خیر خواہی؟" آپ نے فرمایا: "اللہ سے، اس کے رسول سے اور تمام مومنوں سے خیر خواہی"۔(57)

4۔ "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوتا، جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے"۔(58)

5۔ "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا"۔(59)

6۔ "مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے"۔(60)

7۔ "مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع رکھے"۔(61)

8۔ "ہر مسلمان دوسرے مسلمان کو السلام علیکم کہے، خواہ اس سے پہچان ہو یا نہ ہو"۔(62)

9۔ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جو اس پر نہ ظلم کرتا ہے، نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے"۔(63)

10۔ "جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا ہوتا ہے۔ اللہ اسکی حاجت روائی میں لگا ہوتا ہے"۔(64)

---

53 ۔ ترمذی: ابواب البر والصلۃ۔ باب فی حق الجوار، رقم الحدیث ۶۵۶۔
54 ۔ مشکوٰۃ: کتاب الآداب۔ باب البر والنفقۃ، رقم الحدیث ۳۳۸۔
55 ۔ بخاری: کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، رقم الحدیث ۶۳۷۸۔
56 ۔ بخاری: کتاب الادب، باب تعاون المسلمین، رقم الحدیث ۶۳۸۸۔
57 ۔ مسلم: کتاب الایمان، باب الدین النصیحۃ، رقم الحدیث ۶۱۸۹۔
58 ۔ بخاری: کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ مایحب لنفسہ، رقم الحدیث ۶۸۸۔
59 ۔ بخاری: کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، رقم الحدیث ۶۳۶۷۔
60 ۔ بخاری: کتاب الایمان۔ باب المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ، رقم الحدیث ۶۹۸۔
61 ۔ بخاری: کتاب الادب۔ باب ماینھیٰ عن التحاسد، رقم الحدیث ۶۳۸۷۔
62 ۔ بخاری: کتاب الاستیذان، باب اِفشاء السلام، رقم الحدیث ۶۳۷۷۔
63 ۔ بخاری: کتاب الاکراہ، باب یمین الرجال لصحابہ، رقم الحدیث ۶۳۹۶۔
64 ۔ بخاری: کتاب الاکراہ، باب یمین الرجال لصحابہ، رقم الحدیث ۶۳۷۶۔

11۔ "بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی بڑا جھوٹ ہے۔ کسی کی باتوں پر کان مت لگاؤ، اور نہ ہی کسی کی ٹوہ میں رہو۔ دنیا کے لئے ریس نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ دشمنی رکھو اور بھائی بھائی بن کر اللہ کے بندے بن جاؤ"۔(65)

12۔ "چغل خور جنت میں داخل نہ ہو گا"۔(66)

13۔ "جو شخص دنیا میں کسی بندے کا عیب چھپائے گا، قیامت کے دن اللہ اس کا عیب چھپائے گا"۔(67)

غیر مسلموں کے حقوق

مملکتِ اسلامیہ میں غیر مسلموں کو بھی وہی قانونی حقوق حاصل ہیں، جیسے مسلمانوں کو ہوتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان غیر مسلم کو قتل کر ڈالتا تو حضرت عمر اس کی فوری دادرسی کرتے اور انہیں انصاف دلاتے۔ مال اور جائیداد کے متعلق ان کے حقوق کی حفاظت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ جس قدر زمینیں ان کے قبضہ میں تھیں، فتح کے بعد بھی انہی کے قبضہ میں بحال رہنے دی گئیں۔ ملکی انتظامات میں بھی ان سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ آپ کے دور میں قاعدہ یہ تھا کہ جو مسلمان اپاہج ہو جاتا تو بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایسی ہی مراعات ذمیوں کو بھی حاصل تھیں۔ مذہبی عبادات و رسوم کی ادائیگی میں بھی انہیں پوری آزادی حاصل تھی"۔(68)

وہ ناقوس بجاتے اور صلیب نکالتے تھے۔ اور اگر کوئی مسلمان ان سے سخت کلامی سے پیش آتا تو وہ سزا کا مستوجب ہوتا تھا۔ ماحاصل یہ ہے کہ سوائے کلیدی اسامیوں پر فائز ہونے کے ان لوگوں کو وہ قانونی مراعات حاصل تھیں، جو مسلمانوں کو حاصل تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ غیر مسلموں نے اپنی ہم مذہب سلطنتوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ یہ غیر مسلم ہی تھے جو مسلمانوں کے لئے رسد بہم پہنچاتے تھے، لشکر گاہ میں مینا بازار لگاتے، اپنے اہتمام سے سڑک اور پل تیار کراتے تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔

حاصل کلام

فی زمانا مشرق و مغرب کے مابین جو تہذیبی جنگ چھڑی ہوئی ہے، اس میں اہل مشرق کے غالب اور ساکنان یورپ کے مغلوب ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ایک نے اسلام کی آفاقی وابدی ہدایات واحکام کو سینے سے لگائے رکھا ہے؛ جب کہ دوسرے نے انسانیت کا جامہ اتار کر حیوانیت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ مغربی تہذیب رشتوں کے تقدس کو کب کا خیر باد کہہ چکی ہے۔ وہاں انسانیت تو درکنار ماں باپ، بہن بھائی، چچا ماموں، خالہ پھوپھی کا تصور تک عنقا ہے۔ مغرب اپنی خاندانی قدروں اور معاشرتی اکائیوں کو پامال کرنے کے بعد، اب یہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا میں اس کی دجالی تہذیب کا ڈنکا بجے۔ اس طاغوتی مقصد اور مشن کو پورا کرنے کے لیے قدیم وجدید ذرائع ابلاغ کا بھرپور استعمال کیا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ہماری نئی نسل بڑی تیزی سے اس دلدل میں دھنستی چلی جا رہی ہے؛ مگر اس حقیقت سے کوئی ہوش مند انکار نہیں کر سکتا کہ ہمارے آج کے اسلامی معاشرے میں رشتوں کا ادب واحترام اور عظمت ومحبت بری طرح پامال ہو رہی ہے۔ اولاد ماں باپ کی نافرمان بن چکی ہے۔ بہن بھائی باہمی حسد وبغض میں مبتلا ہیں۔ رشتہ دار ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کے لیے دوڑ رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ سب کچھ احکام دین سے

65۔ مسلم: کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن، رقم الحدیث ۶۳۳۳۔

66۔ مسلم۔ کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن، رقم الحدیث ۶۳۶۵۔

67۔ مسلم: کتاب البر ولصلة۔ باب تحریم الغیبة، رقم الحدیث ۶۳۶۷۔

68۔ شبلی نعمانی، الفاروق، زیر عنوان "ذمیوں کے حقوق" ج ۱، ص ۱۵۶۔

دوری کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم ابھی اور اسی وقت یہ عزم وارادہ کرلیں کہ شریعت مطہرہ کے ہر ہر حکم پر دل وجان سے عمل کریں گے، اللہ رب العالمین کاڈر وخوف پیدا کر کے اس کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہوں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے ذہنی اضطراب اور نفسیاتی ہیجان میں کمی واقع نہ ہو اور ہم طاغوتی کھائی میں گرنے سے بچ جائیں، ضرورت ہے صرف پختہ نیت اور عزم وحوصلے کی۔